سُورة البقرة

آیات ۹۷-۹۸

ملاحظہ : کتاب میں حوالہ کیلئے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے۔ اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیر مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحث اربعہ (اللغۃ 'الاعراب 'الرسم اور الضبط) میں سے زیر مطالعہ مبحث کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی علی الترتیب اللغۃ کیلئے ا 'الاعراب کیلئے ۲ 'الرسم کیلئے ۳ 'اور الضبط کیلئے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے۔ بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیر بحث آتے ہیں اس لئے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لئے نمبرا کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً ۲:۵:۱ (۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵: ۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھکذا۔

۲ : ۶۰ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝

۲ : ۶۰ : ۱ اللّغة

اس قطعہ میں کوئی نیا لفظ نہیں ہے' ماسوائے "جبریل" اور "میکٰل" کے' جو دو فرشتوں کے نام ہیں اور دراصل غیر عربی کلمات ہیں۔ باقی تمام کلمات بلاواسطہ (اسی شکل میں) یا بالواسطہ (مادہ اور اصل کے لحاظ سے) پہلے گزر چکے ہیں' لہٰذا ان کا صرف ترجمہ ـــــ اور

طالبِ مزید کے لئے ـــــ لفظ کی لغوی تشریح کا گزشتہ حوالہ لکھ دیا جائے گا۔ اس کے لئے عبارت کو چند ادھورے جملوں میں تقسیم کرنا پڑے گا۔

۲ : ٦۰ : ۱(۱) [قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ ....]

① "قُلْ" (تو کہہ دے) جس کا مادہ "ق و ل" اور وزن اصلی "اُفْعُلْ" ہے' کے باب' معنیٰ اور ساخت میں تعلیل وغیرہ کے مفصل بیان کے لئے دیکھئے البقرہ : ۸ [۲ : ۵۰ : ۱ (۲)] نیز [۲ : ۷ : ۱ (۵)]

② "مَنْ" (جو کوئی ۔ جو) دیکھئے البقرہ : ۸ [۲ : ۷ : ۱ (۴)]

③ "كَانَ" (تھا ۔ ہے) جس کا مادہ "ک و ن" اور وزن اصلی "فَعَلَ" ہے' کے معنیٰ' باب اور ساخت کے لئے دیکھئے البقرہ : ۳۴ [۲ : ۲۵ : ۱ (۵)]

④ "عَدُوًّا" (دشمن) اس کا مادہ "ع د و" اور وزن "فَعُولٌ" ہے (جو عبارت میں منصوب آیا ہے) اس کے باب' فعل کے معنیٰ اور لفظ کی ساخت وغیرہ پر بحث کے لئے دیکھئے البقرہ : ۳٦ [۲ : ۲٦ : ۱ (۱۹)]

⑤ "لِجِبْرِيلَ" کی ابتدائی لام (الجر) یہاں مضاف کو نکرہ بنانے کے لئے استعمال ہوئی ہے' یعنی "جبریل کا ایک دشمن"۔ عام اضافت ہوتی تو "عَدُوَّ جِبْرِيلَ" آتا۔ کلمہ "جبریل" ایک فرشتہ کے نام کے طور پر آیا ہے۔ عجمی لفظ اور عَلَم (نام) ہونے کے باعث یہ لفظ غیر منصرف ہے۔ کہا گیا ہے (تفاسیر میں) کہ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے جو "جبر" (بمعنی عبد یا بندہ) اور "اِيل" (بمعنی خدا) کا مرکب ہے اور یوں اس کا مطلب "خدا کا بندہ" ہے۔ مختلف قبائل عرب میں اس لفظ کا تلفظ کئی طرح بیان ہوا ہے' یعنی "جِبْرِيل' جَبْرَئِيل' جِبْرِين" (بالنون) "جَبْرِيل" اور "جَبْرَئِل" {۱} وغیرہ۔

● یوں اس عبارت کا لفظی ترجمہ ہوا "کہہ دے جو کوئی ہے ("ہو" یا "ہو گا" ۔ بوجہ شرط ماضی میں ترجمہ نہیں ہو گا) دشمن (مخالف) جبریل کا"۔ اردو محاورے کی وجہ سے نکرہ مضاف "عَدُوًّا" کا ترجمہ نظر انداز کرنا پڑتا ہے' دراصل تو تھا "جبریل کا ایک دشمن" ـــــ اسی لئے بعض نے اس کا ترجمہ "جبریل سے عداوت رکھے" کے ساتھ کیا ہے' جو لفظ سے تو ہٹ کر ہے' مگر ایک لحاظ سے اس میں وہ "عَدُوًّا" کے نکرہ ہونے والی بات کا مفہوم آ گیا ہے' جو "جبریل کا دشمن" کہنے میں نہیں ہے۔ "قُلْ" کے مخاطب آنحضرتؐ ہیں' اس لئے احتراماً اس کا ترجمہ

{۱} دیکھئے اعراب القرآن للنحاس ۱ : ۲۵۰ ۔ و نثر المرجان ۱/۱۹۰

"تو کہہ دے" کی بجائے آپ کہہ دیجئے / تم فرمادو" سے بھی کیا گیا ہے۔ اس عبارت میں بیانِ شرط ہے۔

۲ : ۶۰ : ۱ (۲) [فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ....]

(اس عبارت سے پہلے سابقہ جملہ (نمبر۱ جو بیان شرط ہے) کا جواب شرط محذوف ہے' یعنی "فَلْيَمُتْ غَيْظًا" (پس مرجائے غصہ سے) یا "فَلا مُوجِبَ لِعَداوتِہٖ" (پس اس کی دشمنی کی کوئی وجہ نہیں) وغیرہ۔ اسی لئے اردو کے بعض مترجمین نے اس حصہ آیت سے پہلے "تو ہوا کرے" یا "تو یہ اس کی بے وقوفی ہے اور دشمنی کی کوئی وجہ نہیں" یا "تو اسے غصے میں مرجانا چاہئے" وغیرہ کے توضیحی اضافے کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔

① . "فَاِنَّهٗ" جو "فَ + اِنَّ + هٗ" ہے۔ یہ "فَا" (فَ) معنی پس / سو' جواب شرط والی "فا" نہیں ہے (ورنہ آگے آنے والے صیغہ ماضی "نَزَّلَ" کا ترجمہ بھی (بوجہ جواب شرط) مستقبل میں کرنا پڑتا۔ لہٰذا یہ "فا" اس محذوف جواب شرط پر (جس کا اوپر ذکر ہوا ہے) عطف ہے 'یعنی اگلے جملے کا اس جواب شرط (محذوف) سے ربط پیدا کرتی ہے۔

باقی "اِنَّهٗ" (بے شک اس لئے) "اِنَّ" اور اس کے اسم (ضمیر منصوب) پر مشتمل ہے اور ضمیر "هٗ" کا مرجع "جبریل" ہے۔

② "نَزَّلَهٗ" (اس نے اسے اتارا) فعل "نَزَّلَ يُنَزِّلُ" (اتارنا۔ نازل کرنا) کے معنی و استعمال پر البقرہ : ۲۳ [۲ : ۱۷ : ۱ (۲)] میں بات ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ضمیر منصوب "هٗ" ہے' جس کا مرجع یہاں قرآن مجید ہے' جو اگرچہ اس سے پہلے عبارت میں مذکور نہیں ہوا۔ قرآن کریم کا اس طرح ذکر (بذریعہ ضمیر بغیر سابق ذکر) کئی جگہ آیا ہے اور یہ انداز بیان صاحب قرآن (ﷺ) کی عظمت و اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ یہ وہ مقامات ہیں جہاں مفہوم کو سمجھنے کے لئے صرف عربی گرامر کا جاننا کافی نہیں ہے' بلکہ قرآن کریم کا مجموعی اسلوب اور انداز بیان سامنے رکھنا پڑتا ہے۔

③ "عَلٰى قَلْبِكَ" (تیرے دل پر) "عَلٰى" (حرف الجر) یہاں "پر" کے معنی میں ہے' دیگر استعمالات کے لئے [۱ : ۶ : ۱ (۳)] دیکھئے۔ آخری ضمیر مجرور "كَ" معنی "تیرا" ہے اور لفظ "قَلْب" (دل) کی مفصل لغوی بحث [۲ : ۶ : ۱ (۲)] میں ہو چکی ہے۔

④ "بِاِذْنِ اللّٰهِ" (اللہ کے حکم سے)۔ "بَا" (بِ) کے استعمالات پر بحث استعاذہ میں اور البقرہ : ۴۵ [۲ : ۳۰ : ۱ (۱)] میں گزری تھی۔ اسم جلالت "اللّٰه" اور باء الجر "بِ"

کے درمیان کلمہ "اِذْن" ہے' جس کے مادہ فعل مجرد کے باب و معنی وغیرہ پر البقرہ : ۱۹ [۲ : ۱۴ : ۱ (۹)] میں کلمہ "آذَان" (جمع اُذُن بمعنی کان) کے ضمن میں بات ہوئی تھی۔ زیر مطالعہ کلمہ "اِذْن" ویسے تو ثلاثی مجرد فعل کا مصدر ہے مگر یہ بطور اسم بھی استعمال ہوتا ہے (یعنی "اجازت دینا" اور "اجازت" دونوں طرح)۔ یہاں یہ لفظ دراصل تو "اجازت" ہی کے معنی میں تھا مگر یہ معنی "حکم" اس لئے لیا گیا ہے کہ جبریلؑ نے قرآن اتارنے کی اجازت خود تو حاصل نہیں کی بلکہ اسے خود اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا' اس لئے اس کا ترجمہ یہاں "حکم" ہی کیا گیا ہے۔ جبریلؑ فرشتے کا کام پیغمبروں تک اللہ کا کلام اور اس کے احکام پہنچانا ہے۔

● یوں اس عبارت "فانہ نزّلہ علی قلبک باذن اللہ" کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "پس بے شک اسی نے اتارا اس کو تیرے دل پر اللہ کی اجازت سے"۔ اکثر مترجمین نے یہاں "اس کو" (نَزَّلَہ کی ضمیر مفعول) کا وضاحتی ترجمہ بصورت "یہ کلام' یہ قرآن' اس قرآن' یہ کتاب" وغیرہ سے کیا ہے۔ بعض نے "نَزَّلَ" کا ترجمہ "پہنچا دیا ہے" (قلب تک) اور "ڈالا ہے" (دل میں) سے کیا ہے' جو صرف محاورہ اور مفہوم کے لحاظ سے درست ہے' ورنہ اصل لفظ سے تو ہٹ کر ہے۔ "باِذن اللّٰہ" کے لفظی معنی اور ترجمہ (حکم) کی مناسبت پر ابھی اوپر بات ہوئی ہے۔

۲ : ۶۰ : ۱ (۳) [مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ وَھُدًی وَّبُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ]

یہ عبارت کوئی مستقل جملہ نہیں بلکہ یہ سابقہ جملہ کے "نَزَّلَہ" کی ضمیر مفعول (جس سے مراد قرآن کریم ہے) کا "حال" ہو کر اسی جملے (نمبر ۲ بالا) کا ہی حصہ ہیں۔ کلمات کا ترجمہ (اور مزید کے طالب کے لئے) گزشتہ حوالہ درج ذیل ہے۔

① "مُصَدِّقًا لِّمَا" (سچا کہنے والا اس کو جو) یعنی "تصدیق کرنے والا ہوتے ہوئے اس کی جو" —— یہی ترکیب اس سے پہلے البقرہ : ۴۱ [۲ : ۲۸ : ۱ (۹)] میں گزر چکی ہے' جس میں "مصدِّق" اور "لِ" اور "مَا" سب کی وضاحت ہوئی تھی۔

② "بَیْنَ یَدَیْہِ" (اس کے دونوں ہاتھوں کے درمیان' یعنی اس کے آگے' اس کے پہلے' اپنے سے قبل)۔ لفظ "یَد" (ہاتھ) کی لغوی وضاحت کے علاوہ قریباً یہی ترکیب "بَیْنَ یَدَیْھَا" کی صورت میں البقرہ : ۶۶ [۲ : ۴۶ : ۱ (۶)] میں گزری ہے۔ وہاں آخر پر واحد مؤنث ضمیر مجرور "ھا" تھی' یہاں واحد مذکر ضمیر مجرور "ہ" ہے۔

③ "وَھُدًی" (اور ہدایت۔ رہنمائی ہوتے ہوئے) لفظ "ھُدًی" کی مفصل لغوی تشریح

کے لئے دیکھ لیجئے البقرہ : ۲[۲ : ۱ : ۱ (۶)] اور اس کے مادہ اور اس سے فعل مجرد وغیرہ کی بات الفاتحہ : ۶[۱ : ۵ : ۱ (۱)] میں گزری تھی۔

④ "وَبُشْرٰی" (اور خوشخبری ہوتے ہوئے) کلمہ "بُشْرٰی" (بمعنی خوشخبری) کے مادہ (ب ش ر) سے فعل مجرد وغیرہ کی بحث البقرہ : ۲۵[۲ : ۱۸ : ۱ (۱)] میں گزری تھی۔ اس مادہ سے ماخوذ یہ لفظ (بشری) معرفہ' نکرہ' مفرد' مرکب صورتوں میں قرآن حکیم کے اندر ۱۵ جگہ وارد ہوا ہے۔ لفظ "بِشَارَۃ" (اردو میں "بشارت") بھی اس کے ہم معنی ہے۔

⑤ "لِلْمُؤْمِنِیْنَ" (ایمان لانے والوں کے لئے)۔ کلمہ "مُؤْمِن" (جس کی جمع مجرور "مُؤْمِنِین" یہاں آئی ہے) کے مادہ "أمن" سے باب افعال "آمَنَ یُؤْمِنُ" کے معنی وغیرہ پر البقرہ : ۳[۲ : ۲ : ۱ (۱)] میں بات ہو چکی ہے۔ یہ (مؤمن) اس فعل سے صیغہ اسم الفاعل ہے جس کی جمع سالم مجرور "مُؤْمِنِین" کے معنی "ایمان لانے والے" ہے۔

● یوں اس عبارت کا لفظی ترجمہ بنتا ہے "سچا کہنے والا ہوتے ہوئے اس کو جو اس کے دونوں ہاتھوں کے آگے (سامنے) ہے اور ہدایت ہوتے ہوئے اور خوشخبری ہوتے ہوئے ایمان لانے والوں کے لئے"۔ اردو محاورے میں اس طرح "حال" کا ترجمہ فٹ نہیں بیٹھتا اس لئے اسے کم از کم "اور حالت یہ ہے کہ وہ (قرآن) اپنے سے پہلے کی تصدیق کرنے والا اور ہدایت اور خوشخبری ہے اہل ایمان کے لئے" کرنا پڑا۔ بہت سے مترجمین نے "مُصَدِّق" اسم الفاعل کا ترجمہ فعل "یُصَدِّقُ" کے ساتھ کر لیا ہے۔ یعنی "تصدیق کر رہا ہے" اور "سچ بتاتا ہے" اور "تصدیق کرتا ہے" اور بعض نے "حال" یا "حالت یہ ہے" کی بجائے صرف خبر کی طرح ترجمہ کر دیا ہے۔ یہ سب اردو محاورے کے باعث کرنا پڑا ہے' کیونکہ عربی کے "حال" ہونے والی ترکیب اردو عبارت کی ساخت میں غیر مانوس لگتی ہے' لہٰذا اسے "خبر" یا "صفت" کے طور پر بیان کرنا پڑتا ہے۔

۲ : ۶۰ : ۱ : (۴) [مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ]

یہ بھی مکمل جملہ نہیں بلکہ اس میں صرف بیان شرط ہے' جواب شرط اس سے اگلے جملے میں ہے۔ مفردات کا الگ الگ ترجمہ مع گزشتہ حوالہ (برائے ضرورت مند) درج ذیل ہے :

① "مَنْ" (جو کوئی بھی' جو) یہاں موصولہ شرطیہ ہے [۲ : ۷ : ۱ (۴)]

② "كَانَ" (ہے۔ ہو گا) دیکھئے اوپر شروع آیت "قُلْ مَنْ كَانَ...."

③ "عَدُوًّا لِلّٰهِ" (اللہ کا دشمن۔ اللہ سے عداوت رکھنے والا) یہی الفاظ اوپر گزرے ہیں۔ وہاں "عَدُوًّا" کے بعد "لِجِبْرِيلَ" تھا یہاں "لِلّٰهِ" ہے۔

④ "وَمَلٰٓئِكَتِهٖ" (اور اس کے فرشتوں کا (دشمن))۔ لفظ "مَلَائِكَة" کے مادہ اور اشتقاق کی مفصل بحث البقرہ : ۳۰[۲ : ۲۱ : ۱ (۲)] میں گزر چکی ہے' یہاں ضمیر مجرور (ہ) اللہ تعالیٰ کے لئے ہے' یعنی "لِلّٰهِ وَلِمَلٰٓئِكَتِهٖ" مراد ہے۔

⑤ "وَرُسُلِهٖ" (اور اس کے رسولوں کا (دشمن))۔ "وَ" (اور) اور آخری ضمیر (ہ) بمعنی "اس کے" کو چھوڑ کر باقی لفظ "رُسُل" ہے' جو "رَسُول" (پیغمبر) کی جمع ہے۔ اس مادہ (ر س ل) کے فعل مجرد کی بحث کے علاوہ (جو قرآن میں استعمال نہیں ہوا) اور خود لفظ "الرسل" (جو اس کی معرف باللام شکل ہے) پر البقرہ : ۸۷[۲ : ۵۳ : ۱ (او ۴)] میں بات ہوئی تھی۔

⑥ "وَجِبْرِيلَ" (اور جبریل کا) اس پر ابھی اوپر بات ہوئی ہے۔

⑦ "وَمِيكٰلَ" (اور میکائیل کا) لفظ "میکل" خاص قرآنی رسم ہے' اردو میں یہ "میکائیل" استعمال ہوا ہے۔ "جبریل" کی طرح یہ بھی ایک فرشتہ کا نام ہے اور یہ بھی دراصل عبرانی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی بھی "خدا کا معمولی بندہ" بتائے جاتے ہیں اور اس نام کو بھی اہل عرب چار طرح بولتے ہیں یعنی "میکال" (اہل حجاز کی بولی میں) اور میکائِل اور "میکایِل" اور "میکاأَل"{۱}

● یوں اس زیرِ مطالعہ عبارت کا ترجمہ لفظی بنتا ہے "جو کوئی بھی ہو (گا) دشمن (دشمنی رکھے گا) اللہ کے لئے اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور جبرئیل اور میکائیل (فرشتوں) کا..."

اور اسے سلیس بنانے کے لئے اردو فقرے کی ترتیب الفاظ میں کچھ ردوبدل کر لیا جاتا ہے۔

⑧ "فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ" یہاں ابتدائی "فَا" جوابِ شرط والی ہے کیونکہ اس کے بعد جملہ اسمیہ آیا ہے۔ یہاں (سابقہ آیت کی طرح) کسی محذوف جواب شرط کی ضرورت نہیں۔ عبارت کے تمام الفاظ بہت آسان اور پہلے کئی بار گزر چکے ہیں۔ بلکہ ان میں سے "فا" (فَ) (پس)' "اِنَّ" (بے شک) اور "عَدُوّ" (دشمن) تو اسی قطعہ میں گزرے ہیں اور "الکٰفرین" —— جو "کفر یکفُر" سے اسم الفاعلین (مجرور بلام الجر) ہے —— اس پر تفصیلی بات البقرہ : ۱۹[۲ : ۱۴ : ۱ (۱۴)] میں ہوئی تھی' بلکہ یہ لفظ تو اردو میں اتنا عام ہے کہ تمام مترجمین نے اس کا ترجمہ ہی "کافروں" رہنے دیا ہے۔

{۱} اعراب القرآن للنحاس ۱/۲۵۱۔ نیز نثر المرجان ۱/۱۹۱

● اس عبارت کا لفظی ترجمہ تو ہے : "پس بے شک اللہ دشمن ہے کافروں کے لئے" چونکہ "الکافِرین" کا لام تعریف یہاں عہد کا ہو سکتا ہے' یعنی وہ کافر جن کی بات ہو رہی ہے' اس لئے بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ "ایسے کافروں کا" اور بعض نے "ان کافروں کا" سے کیا ہے۔ اسی طرح جوابِ شرط پر "اِنَّ" آنے کے زور کو بعض نے ترجمہ میں "اللہ بھی (دشمن ہے)" کی صورت میں ظاہر کیا ہے۔

● اس قطعہ میں جبریل و میکائیل کا ذکر آنے کی وجہ سے' ان فرشتوں کے بارے میں مزید وضاحت اور آیت میں ان سے جس دشمنی کا ذکر ہے اس کا پس منظر یعنی آیت کا شانِ نزول جاننے کے لئے کسی اچھی اور مستند تفسیر کو دیکھ لیجئے۔ کیونکہ یہ بات تو آیت کے ترجمہ سے ہی معلوم ہو جاتی ہے کہ اس میں بیان کردہ بات کا کوئی خاص پس منظر ہے۔ وہ کیا ہے؟ اس کا جواب تفاسیر میں ملتا ہے۔

۲ : ۶۰ : ۲ الاعراب

زیرِ مطالعہ دونوں آیات بلحاظِ ترکیب نحوی دو شرطیہ جملوں پر مشتمل ہیں۔ ہر ایک آیت ایک بیان شرط اور ایک جواب شرط پر مشتمل ہے۔ ــــ تاہم طوالت کی بنا پر ہم ہر ایک آیت کے اجزاء کو الگ الگ بیان کریں گے۔

① قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ......

[قُلْ] فعل امر معروف مع ضمیر الفاعل "اَنْتَ" ہے اور "قُلْ" کے بعد آنے والی عبارت اس "قُلْ" کا مقول (کہی گئی بات) ہو کر مفعول لہٰذا محلاً منصوب سمجھی جائے گی۔ [مَنْ] اسم موصول یہاں بطور اسم شرط آیا ہے۔

[كَانَ] فعل ناقص ماضی صیغہ واحد مذکر غائب ہے' جس میں اس کا اسم "هُوَ" موجود ہے' جو "مَنْ" کے لئے ہے [عَدُوًّا] كَانَ کی خبر (لہٰذا) منصوب ہے۔ [لِجِبْرِيلَ] لام الجر اور اس کا مجرور "جِبْرِيلَ" مل کر متعلق خبر "كَانَ" ہیں۔ اس "جِبریل" میں علامت جر "ل" کی فتحہ (ـَـ) ہے کیونکہ لفظ "جِبریل" بوجہ عجمیت اور عَلَمیت غیر منصرف ہے۔ یہاں تک بیان شرط مکمل ہوتا ہے۔

② فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ

[فَ] بظاہر جواب شرط کی ہے' لیکن اگر یوں سمجھا جائے تو اگلے فعل "نَزَّلَ" کا ترجمہ "اتارے گا" ہونا چاہئے' کیونکہ شرط اور اس کے جواب کا تعلق زمانہ مستقبل سے ہوتا ہے' شرط

ماضی پر نہیں ہوتی۔ اس لئے نحویوں نے یہاں اصل جواب شرط محذوف مانا ہے' جیسا کہ اوپر حصہ "اللغة" میں مع اضافی ترجمہ بیان ہوا ـــــ تاہم یہ ایک فنی سی وجہ ہے۔ بلحاظ معنی اس (زیر مطالعہ) عبارت کو بھی جواب شرط قرار دینا چنداں غلط بھی نہیں ہو گا۔ یوں [فَاِنَّهٗ] فَا برائے رابطہ یا عاطفہ ہے اور "اِنَّهٗ" حرفِ مشبّہ بالفعل "اِنَّ" اور اس کے اسم منصوب (ضمیر "ہ") پر مشتمل ہے' جس کی خبر [نَزَّلَهٗ] ہے جو فعل ماضی معروف "نَزَّلَ" اور اس کے مفعول بہ (ضمیر منصوب) "ہ" پر مشتمل ہے۔ [عَلٰى قَلْبِكَ] میں "عَلٰى" حرف الجر اور "قَلْبِكَ" مضاف و مضاف الیہ (قَلْب + كَ) مل کر مجرور ہے اور یہ مرکب جاری متعلق فعل (نزّل) ہے۔ اسی طرح [بِاِذْنِ اللّٰه] بھی حرف الجر (بِ) اور مرکب اضافی "اذنِ اللّٰه" مجرور پر مشتمل ہے اور یہ مرکب جاری "باذن الله" بھی دوسرا متعلق فعل ہے۔ ان دونوں تراکیب (علٰى قلبك اور "باذن اللّٰه") میں مضاف کلمہ "قلب" اور "اذن" مجرور بالجر اور بوجہ مضاف ہونے کے خفیف بھی آئے ہیں۔ یہاں تک ویسے تو جملہ مکمل ہو جاتا ہے مگر "نزّله" کی ضمیر مفعول کا مرجع (قرآن) چونکہ پہلے مذکور نہیں اس لئے اس سے اگلی عبارت میں اس (قرآن) کے پے در پے تین "حال" لائے گئے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ بات قرآن کریم کی ہو رہی ہے' کیونکہ یہ "حال" (یا صفات) صرف قرآن کریم ہی پر منطبق ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ [مُصَدِّقًا] پہلا حال ہے' یعنی حالت یہ ہے کہ وہ (قرآن) تو تصدیق کرنے والا ہے [لِمَا] لام الجر اور "مَا" موصولہ ہے۔ [بَيْنَ يَدَيْهِ] میں "بَيْنَ" ظرف مضاف اور "يَدَيْهِ" خود مرکب اضافی (يَدَی مضاف + "ہ" مضاف الیہ) اس ظرف کی طرف مضاف ہے' اسی لئے "يَدَىْ" مجرور (یعنی "يَد" کا تثنیہ مجرور) ہے۔ یہاں علامتِ جر "یا" ما قبل مفتوح (ـَـ ىْ) ہے۔ اور یہ سارا مرکب اضافی "بَيْنَ يَدَيْهِ" اسم موصول "مَا" کا صلہ ہے اور پھر یہ صلہ موصول مجرور (بلام الجر) ہیں اور یہ مرکب جاری (لِمَا بين يدَيهِ) "مصدّقًا" سے متعلق ہیں۔ یعنی اس کے معنی فعل (تصدیق کرنا) سے متعلق ہیں' کہ کس کی تصدیق کرتا ہے؟ کا جواب اس میں موجود ہے اور ایک طرح سے یہ فعل "تصدیق کرنا" کے مفعول (بلحاظ معنی) ہیں۔ اسی طرح [وَهُدًى] میں "هُدًى" بھی حال ہونے کی وجہ سے اور سابقہ منصوب حال (مصدّقًا) پر معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ علامت نصب بظاہر تنوینِ نصب (ـــً) ہے مگر دراصل یہ لفظ (هُدًى) بھی مقصور ہوتا ہے' اس میں رفع نصب جر کی ظاہر کوئی علامت نہیں ہوتی۔ اور اسی طرح [بُشْرٰى] بھی حال ہونے اور سابقہ حال پر عطف ہونے کے باعث منصوب ہے۔ یہ بھی اسم مقصور ہے جس میں اعرابی حالت ظاہر نہیں

ہوتی۔ "لِلْمُؤمِنِین" جار مجرور مل کر متعلق حال (بُشریٰ) ہیں' یعنی جس طرح "لِمَا بین یدَیہ" "مصدّقاً" سے متعلق تھا اسی طرح "للمُؤمنین" کا تعلق "بشریٰ" سے ہے' یعنی یہ اس "بشریٰ" کی وضاحت ہے کہ کس کے لئے؟ یوں یہ زیر مطالعہ پوری عبارت ایک جواب شرط کی وضاحت ہے۔

③ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ

اس کی ترکیب سابقہ جملے کی سی ہے۔ یعنی [مَن] اسم شرط (موصول) ہے' [کَانَ] فعل ناقص مع اسم (ھُوَ) ہے' [عدوًّا] اس (کَانَ) کی خبر منصوب ہے' [لِلّٰہ] جار مجرور متعلق خبر کان (عدوًّا) ہے' یعنی کس کا دشمن؟ کی وضاحت ہے۔ [وملٰئکتِہ] میں واو عاطفہ ہے "ملائکتِہ" مرکب اضافی مجرور بالعطف ہے۔ اسی طرح (ورُسلِہ) بھی واو العطف اور معطوف مجرور "رُسُلہ" پر مشتمل ہے' جس میں "رسُلہ" بھی مرکب اضافی ہے اور آگے [وجبریل] اور [ومیکٰل] بھی ہر ایک واو العطف کے ذریعے "للہ" پر عطف ہو کر مجرور ہیں۔ "جبریل" اور "میکال" غیر منصرف ہیں' اس لئے ان پر علامت جر "ل" کی فتحہ (ـَ) ہی ہے۔ اتنا حصہ عبارت بیان شرط ہے' آگے جواب شرط آرہا ہے۔

④ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ

[فَا] برائے رابطہ ہے جو جواب شرط پر آتی ہے' [اِنَّ] حرفِ مشبہ بالفعل اور [اللہ] اس کا اسم منصوب ہے' [عدو] اس "اِنَّ" کی خبر (لہٰذا) مرفوع ہے اور [للکفرین] جار مجرور (لام الجر + الکافرین مجرور) مل کر متعلق خبر "اِنَّ" (یعنی "عدو" کی وضاحت) ہیں۔

۲ : ۶۰ : ۳ الرسم

بلحاظ رسم قرآنی اس قطعہ میں صرف تین کلمات قابل ذکر ہیں' یعنی میکٰل' ملئکتہ اور للکفرین۔ تفصیل یوں ہے :

① "میکٰل" جس کا تلفظ قراءتِ حفص کے مطابق "میکال" (مطابق رسم املائی) ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ (جو یہاں ایک جگہ ہی آیا ہے) "کاف" کے بعد "الف" کے حذف مگر "ی" کے نبرہ (دندانہ) کے اضافہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ چونکہ اس لفظ کی بعض دوسری قراءات بھی ہیں' لہٰذا اس کا یہ عثمانی رسم الخط ان قراءتوں کا محتمل بھی ہے مثلاً قالون کی قراءت میں یہ "مِیکٰئِل" (میکائل) پڑھتے ہیں تو وہ نبرہ (دندانہ) کو ہمزہ کا نبرہ (جو "ی" کے نبرہ کی طرح ہو گا) سمجھ کر ضبط اس کے مطابق کر لیتے ہیں۔ ہمارے ہاں اس "ی" کے نبرہ کو "الف بصورت یاء" (موسیٰ کی طرح) سمجھ لیا جاتا ہے۔

(۲) "لملئکته" کے کلمہ "ملئکة" (جس کی عام املاء "ملائکة" ہے) قرآن کریم میں یہاں اور ہر جگہ "بحذف الالف بعد اللام" لکھا جاتا ہے۔ نیز دیکھئے [۲ : ۲۱ : ۳] میں اس کلمہ کے رسم کی بحث۔

(۳) "للکفرین" جس کی رسم املائی "للکافرین" ہے۔ یہ لفظ (کفرین) یہاں اور ہر جگہ "بحذف الالف بعد الکاف" لکھا جاتا ہے۔ بلکہ جمع مذکر سالم عموماً ہر جگہ بحذفِ الف ہی لکھا جاتا ہے۔ مزید بحث کے لئے دیکھئے [۲ : ۱۴ : ۳]۔

۲ : ۶۰ : ۴ الضبط

اس قطعہ کے بعض کلمات کا ضبط خصوصاً دلچسپ ہے۔ ذیل کے نمونوں سے ضبط کا یہ تنوع سمجھا جا سکتا ہے۔ جہاں صرف حرکات کی شکل کا فرق ہے (ـَ ـِ ـُ / ـً ـٍ ـٌ) اسے دوبارہ نہیں لکھا گیا۔

قُلْ' قُلْ / مَنْ' مَنْ' مَن / كَانَ' كَانَ' كَانَ / عَدُوًّا / لِّجِبْرِيْلَ' لِجِبْرِيلَ' لِجِبْرِيلَ / فَاِنَّهٗ' فَاِنَّهٗ فَاِنَّهٗ' فَإِنَّهٗ / نَزَّلَهٗ' نَزَّلَهٗ' نَزَّلَهٗ / عَلٰى' عَلٰى / قَلْبِكَ' قَلْبِكَ / بِاِذْنِ' بِاِذْنِ' بِإِذْنِ / اللّٰهِ' اللّٰهِ اللّٰهِ / مُصَدِّقًا' مُصَدِّقًا / لِّمَا' لِّمَا' لِمَا / بَيْنَ' بَيْنَ / يَدَيْهِ / وَهُدًى / وَّ / بُشْرٰى' بُشْرٰى / لِلْمُؤْمِنِيْنَ' لِلْمُؤْمِنِيْنَ' لِلْمُؤْمِنِيْنَ' لِلْمُؤْمِنِيْنَ / مَنْ كَانَ (مثل سابق) / عَدُوًّا / لِّلّٰهِ' لِلّٰهِ / وَمَلٰٓئِكَتِهٖ' مَلٰئِكَتِهٖ' مَلٰٓئِكَتِهٖ' مَلٰٓئِكَتِهٖ / وَرُسُلِهٖ' وَرُسُلِهٖ / وَجِبْرِيْلَ' جِبْرِيْلَ' جِبْرِيلَ / وَمِيْكٰلَ' مِيْكٰلَ' مِيكٰلَ / فَاِنَّ' فَإِنَّ' فَإِنَّ / اللّٰهَ' اللّٰهَ' اللّٰهَ / عَدُوٌّ / لِّلْكٰفِرِيْنَ' لِلْكٰفِرِيْنَ' لِلْكٰفِرِينَ'